فصل لربک وانحر

مصنف

مولانا غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی

مدرس دار العلوم جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور

ناشر

ماہنامہ النعیمیہ

دار العلوم جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو، لاہور

آئینہ مرقومات

خطبہ اولیٰ عید الاضحیٰ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اِھْرَاقَ الدَّمِ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَاُحَذِّرُکُمْ بِمَعْصِیَاتِ اللّٰہِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ تَشْرِیْقٌ فَتَقَرَّبُوْا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ بِضَحَایَاکُمْ وَاجْعَلُوْا مِنْ اَطْیَبِ ذَخَائِرِکُمْ فَاِنَّھَا بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَطَایَاکُمْ وَاجْتَنِبُوْا الْعَوْرَاءَ وَالْعَرْجَاءَ وَالْمَرِیْضَۃَ وَالْجَرْبَاءَ وَمَقْطُوْعَۃَ الْاُذُنِ وَمُھَدَّمَۃَ الْاَسْنَانِ وَکُلَّ ذَاتِ عَیْبٍ یَنْقُصُ مِنْ لَحْمِھَا

وَاخْتَارَهَا بِسِمَنِهَا فَالشَّاةُ السَّمِيْنَةُ اَفْضَلُ مِنَ الشَّاتَيْنِ
الْهَزِيْلَتَيْنِ فَالْبُدْنَةُ عَنْ سَبْعٍ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعٍ وَالشَّاةُ
عَنْ وَّاحِدٍ وَّلَا ذَبْحَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِيْدِ مِنْ يَوْمِ
النَّحْرِ وَيَوْمَيْنِ بَعْدَهٗ وَيَسْتَحِبُّ التَّصَرُّفُ ثُلُثٌ لِّنَفْسِهٖ
وَثُلُثٌ هَدِيَةٌ وَثُلُثٌ لِّلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ اِنْ كَانَتْ
تَطَوُّعاً وَاِنْ كَانَتْ وَصِيَّةٌ يَتَصَدَّقُ بِجَمِيْعِهَا وَعَظِّمُوْا
شَعَائِرَ اللّٰهِ وَاَدُّوا الْفَرَائِضَ وَالْحُقُوْقَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى
ذَاكِرٌ لِّمَنْ ذَكَرَ وَشَاكِرٌ لِّمَنْ شَكَرَ اَعَادَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
بَرْكَةَ هٰذَا الْعِيْدَ وَاٰمَنَّا مِنْ سُوْءِ يَوْمِ الْعِيْدِ وَاجْعَلْنَا مِنَ
الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ بِرَحْمَةِ وَهُوَ
اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا
فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ
سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَّادٌ كَرِيْمٌ
مَّلِكٌ بَرٌّ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ․

اس کے بعد تین چھوٹی آیت کی مقدار بیٹھ جاوے، سات مرتبہ تکبیر پڑھ کر پھر دوسرا خطبہ شروع کرے۔

خطبہ ثانیہ عید الاضحیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا كَمَا اَمَرَ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لِمَنْ جَحَدَ بِهٖ وَكَفَرَ
نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْجِنِّ وَالْبَشَرِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ۞ اِنَّ اللّٰهَ
وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۞ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ

وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْحَقِّ
الْحَقِیْقِ عَلَی الْخَلِیْفَۃِ الْعَتِیْقِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ
بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ
الْمَلِکِ الْوَھَّابِ عَلٰی اَعْدَلِ الْاَصْحَابِ نَاطِقٍ بِالْحَقِّ
وَالصَّوَابِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرِ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْمَلِکِ الدَّیَّانِ عَلٰی
ذِی النُّوْرَیْنِ وَالْبُرْھَانِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُثْمَانِ ابْنِ
عَفَّانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْوَلِیِّ عَلِیٍّ
اَمِیْرِ الْوَصِیِّ اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِبِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیِّ بْنِ
اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلَی الْاِمَامَیْنِ
الْھُمَامَیْنِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِیْ مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ وَاَبِیْ
عَبْدِاللّٰہِ الْحُسَیْنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَعَلٰی

اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَاءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَنْهَا وَعَلٰى عَمَّيْهِ الْمُكَرَّمَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ الْحَمْزَةِ
وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَ عَلَى السِّتَّةِ الْبَاقِيَةِ
مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ وَ سَائِرِ الْفِرَقِ الْمُهَاجِرِيْنَ
وَالْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ الْاَبْرَارِ الْاَخْيَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ
رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ
نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا
مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ عِبَادَاللّٰهِ! رَحِمَكُمُ اللّٰهُ
﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَ
يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ﴾ اُذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ

لَکُمْ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ وَاَتَمُّ وَاَکْبَرُ۔

یہاں بھی مثل عید الفطر کے 14 مرتبہ تکبیر پڑھ کر منبر سے اترے۔ (در مختار)

سوال: تکبیرات تشریق کن پر واجب ہیں؟

جواب: جن پر نماز فرض ہے انہی پر تکبیریں بھی واجب ہیں بموجب مذہب صاحبین رحمہما اللہ کے تو اب مسافر اور تنہا پڑھنے والے پر بھی یہ تکبیریں واجب ہوئیں۔ (تنویر، در مختار)

سوال: ان تکبیرات کو کب سے کب پڑھے؟

جواب: عرفہ یعنی نویں تاریخ سے تیرہویں کی عصر تک بعد ہر فرض نماز کے باواز بلند ایک بار پڑھے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (تنویر در مختار)

سوال: عورت بھی آواز سے کہے یا نہیں؟

جواب: نہیں عورت آہستہ کہے۔ (در مختار)

سوال: بعد فرض نماز کے اگر کلام کرے یا اور کوئی بات جو منافی نماز ہے تب بھی تکبیر پڑھے یا نہیں؟

جواب: فرض نماز کے سلام کے متصل ہی یہ تکبیر کہی جاتی ہے اگر کوئی فعل بھی ایسا سرزد ہو کہ جو مانع ہو بناء نماز کا پھر یہ تکبیریں ساقط ہو جاتی ہیں (در مختار، شامی)

سوال: اگر کوئی ایام تشریق کی نماز میں قضا کرے تو تکبیریں کہے یا نہیں؟

جواب: نہیں کہے اسی طرح اگر غیر ایام تشریق کی نمازیں ایام تشریق میں پڑھ لے تو بھی نہ کہے۔ ہاں اگر اسی سال کے انہی دنوں کی نماز کی قضا انہی دنوں میں کرے تو البتہ (اس سے وہ صورت نکل گئی کہ کسی اور سال کے ایام تشریق کی نمازوں کی قضا اس سال کے ایام تشریق میں ادا کرے تو اس میں تکبیرات تشریق نہیں) تکبیریں بھی کہے۔ (در مختار، شامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے آج سے ہزاروں سال پہلے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مقام منیٰ (مکہ مکرمہ) میں اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربانی کے لئے پیش کر کے اطاعت و وفا کا وہ نقشہ پیش کیا جس کی مثال پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ قربانی اور ایثار کا یہ جذبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک اس کو برقرار رکھا کر امت مسلمہ کو یہ حکم دے دیا کہ وہ جانوروں کو قربان کیا کریں تا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اسوہ زندہ رہے۔ چنانچہ فرزندان اسلام ہمیشہ سے اس سنت ابراہیمی اور اسوۂ ذبیح اللہ کو تازہ و زندہ رکھنے کے لئے دس ذی الحج کو قربانی کرتے ہیں۔

فلسفہ قربانی (قربانی کی حکمتیں)

''قربانی شرک کی تباہی اور توحید کے دوام و بقاء کی علامت ہے''

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اصل دین توحید ہے، توحید کی ضد ہے۔ ''شرک'' ہمارے رسول ﷺ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس شدید ظلمت اور تاریکی کے دور میں پیدا ہوئے کسی سے مخفی نہیں ملت ابراہیمی کی حقیقت، کفر و شرک میں گم ہو کر رہ گئی تھی۔

ایک خدا کی بجائے ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں خداؤں کی پوجا ہونے لگی تھی۔ پرستش اور بندگی کے جتنے طریقے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہو سکتے تھے، وہ سب باطل خداؤں اور بتوں کے لئے مخصوص ہو چکے تھے۔ عبادت کی تمام صورتیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے شایان شان تھیں بتوں کے لئے اختیار کی جاتی تھیں، جن کا مختصر بیان یہ ہے کہ مشرکین اپنے معبودان باطلہ کا نام لے کر ان کی بزرگی اور بڑائی بیان کیا کرتے تھے، اپنے بتوں کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ بتوں سے مدد مانگتے تھے۔ بتوں کو الٰہ جاننے کی وجہ سے ان کو جانداروں کی جان کا مالک سمجھتے تھے اسی وجہ سے ان کے نام پر جانور

ذبح کرتے تھے، بتوں کے نام پر دور دور سے جانور بھیجے جاتے تھے۔

مختصراً یوں کہیے کہ مالی اور بدنی عبادتیں بتوں کے لئے مخصوص تھیں۔ مشرکین اپنے بتوں کی جو بدنی عبادت کرتے تھے، اس میں تین چیزیں بہت نمایاں ہوتی تھیں۔

(1) سجدہ (2) دعائیں

(3) اپنی زبان سے ان کی بزرگی اور بڑائی بیان کرنا اور عبادت مالی میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ بتوں کے نام پر جانوروں کا ذبح کرنا تھا۔

دین اسلام جس کی بنیاد خالص توحید پر تھی، شرک کی جڑ اکھاڑے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا، جس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ عبادت مالی اور بدنی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاص کر دی جائے اور اس خصوصیت کا نشان ہر مسلمان کے پیش نظر ہونا چاہئے وہ مسلمان مکہ میں ہو یا مدینہ میں، کسی شہر میں ہو یا قریہ میں، توحید کا نشان اس کے سامنے ہونا چاہئے۔ تاکہ مسلمان ہر قدم پر اسلام کے آثار و علامات اور علم توحید کے سایہ میں اپنے دین و ایمان کو لئے ہوئے اسلامی زندگی بسر کر سکے، اس حکمت بالغہ کے تحت ہر شہر و قریہ میں مساجد اور ان میں پنجگانہ اذان اور نماز باجماعت مقرر کی گئی جو عبادت بدنی کے تمام شعبوں پر حاوی اور متعدد شعائر دین کا مجموعہ ہے۔ اور اسی حکمت کے مطابق عبادت مالی کا نمایاں پہلو (معبودوں کے نام پر جانور ذبح کرنا) بتوں سے ہٹا کر معبود برحق اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ کے لئے مخصوص کیا گیا اور ایک شعار دینی کی صورت میں اجتماعی عبادت کی شکل دے کر ہر ہر شہر و قریہ میں اس کو جاری کر دیا گیا۔۔۔۔۔) چونکہ عبادت مالی اور بدنی عبادت ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ اس لئے جس طرح عبادت بدنی میں انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتیں عام کی گئیں کہ سنن ونوافل اور وتر وغیرہ ہر شخص الگ الگ پڑھ لیتا ہے مگر عیدین، جمعہ، اور جماعت سب مل کر ادا کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح عبادت مالی کا حال ہے۔ کہ ہر شخص جب بھی کوئی جانور اپنی ذاتی ضروریات یا مذہبی حاجت کی بناء پر ذبح کرے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کے نام پر ذبح کرے۔

مگر ایام قربانی میں تمام امت مسلمہ اجتماعی صورت میں یہ عبادت بجالاتے ہیں جس طرح اذان نماز با جماعت، جمعہ، عیدین شعائر اللہ میں داخل ہیں اسی طرح ہر قصبہ میں قربانی بھی شعائر دین میں سے ہے۔ یوں کہیے کہ مروجہ قربانی شرک کے مٹنے اور توحید کے قائم ہونیکی عظیم الشان یادگار ہے اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہے گی۔ (1)

(2) قربانی کے ذریعہ سنت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ اور اسوۂ اسماعیل علیہ السلام کو تازہ کیا جاتا ہے۔

(3) اسلامی سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ذوالحج پر ہوتا ہے اور دس محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دس ذوالحج کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔ پتہ چلا اسلام ابتداء سے انتہا تک قربانیوں کا نام ہے۔

غریب وسادہ ورنگین ہے داستان حرم نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں اپنی مرضی سے تصرف کے لئے دی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان نعمتوں کا کچھ حصہ اس کی مرضی سے بھی خرچ کیا جائے سال بھر میں ہم اپنی خواہش سے جانور ذبح کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا سال میں ایک مرتبہ ہم یہ جانور محض اس کی مرضی سے ذبح کریں۔

(5) اپنے ہاتھ سے جانور ذبح کرنے سے خاک وخون سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے جہاد کی استعداد حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک جانور کو بھی ذبح نہ کر سکے اس سے کفار کو ہلاک کرنے کی توقع کب کی جاسکتی ہے؟

(6) قربانی کے ذریعے ہمیں یہ عادت ڈالی جاتی ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہم نے آج اس جانور کی جان پیش کی ہے، وقت آنے پر اپنی جان کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیش کر دیں۔

---

(1) غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ ، مقالات کاظمی ، جلد : 1 ، ص : 440

(7) جس طرح بدن کا شکر نماز سے، مال کا زکوٰۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح جانوروں کا شکر قربانی سے ادا ہوتا ہے۔

(8) کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لیے کرتے ہیں ہم قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے کر کے ان کیلئے صحیح راہِ عمل متعین کرتے ہیں۔

(9) قربانی اور تکبیرات تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

(10) قربانی سے وحدت ملی کو تقویت ملتی ہے اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں متحد ہوتے ہیں اور اتحاد و یکجہتی کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے۔

(11) قربانی رشتہ داروں اور دوستوں سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

(12) احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

(13) انسان کی جسمانی نشو و نما کے لئے گوشت ایک ضروری عنصر ہے، بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے، قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

(14) قربانی کے ذریعہ ان کفار کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔

(15) قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے اس خارجی حیوان کو آہنی چھری سے ذبح کیا ہے۔ اسی طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی مخالفت نفس کی چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو جائے۔ (1)

(16) قربانی کے لئے قرآن پاک میں لفظ "قربان" استعمال ہوا ہے۔ جس کا مادہ اشتقاق لفظ "قرب" ہے جو نزدیکی کا معنی دیتا ہے۔ یعنی قربانی کسی مقصد کے حصول اور قرب کا ذریعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

---

(1) علامہ غلام رسول سعیدی، مقالات سعیدی، ص : 386

جب تک قربانی پیش نہ کی جائے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی منزل قریب نہیں ہوتی، ملازمت، تجارت، زراعت اور عبادت غرضیکہ مادی اور روحانی ہر قسم کے مقاصد کا حصول یا قرب اسی وقت ممکن ہے جب انسان ان کے لئے آرام، وقت، دولت اور خواہشات وغیرہ کی قربانی پیش کرے۔

انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب ہے جس کا حصول عبادت الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ عبادت واطاعت خداوندی نفسیاتی خواہشات کو کچل کر رکھ دینے اور وقت وآرام کو قربان کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انسان اپنے مقصد حیات کو اسی صورت میں حاصل کرسکتا ہے جب اس میں قربانی کا جذبہ پوری طرح کارفرما ہو۔ (الحاج مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی)

قربانی کا مفہوم:

شریعت کی اصطلاح میں مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں عبادت کی نیت سے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔

قربانی کا شرعی ثبوت:

قرآن مجید میں مختلف جگہ قربانی کا ذکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ''فصل لربک وانحر'' حبیب! اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کرو۔

حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔
یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ ''انحر'' کے متعدد معنی کیے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(1) دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہوجائے۔

(2) نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

(3) نماز میں رفع یدین کرنا۔

(7) جس طرح بدن کا شکر نماز سے، مال کا زکوۃ سے اور قوت کا شکر جہاد سے ہوتا ہے اسی طرح جانوروں کا شکر قربانی سے ادا ہوتا ہے۔

(8) کفار اپنی قربانیاں بتوں کے لیے کرتے ہیں ہم قربانی اللہ تعالی کے لئے کر کے ان کیلئے صحیح راہ عمل متعین کرتے ہیں۔

(9) قربانی اور تکبیرات تشریق کی وجہ سے غیر حجاج کو بھی حجاج سے مناسبت حاصل ہوتی ہے۔

(10) قربانی سے وحدت ملی کو تقویت ملتی ہے اس دن تمام مسلمان ایک عمل اور ایک کھانے میں متحد ہوتے ہیں اور اتحاد و یکجہتی کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے۔

(11) قربانی رشتہ داروں اور دوستوں سے ملاقات، ضیافت اور صلہ رحمی کا سبب بنتی ہے۔

(12) احباب کو قربانی کا تحفہ دینے سے یگانگت بڑھتی ہے اور صدقہ دینے سے غرباء کا پیٹ پلتا ہے اور ان کی دعائیں ملتی ہیں۔

(13) انسان کی جسمانی نشو و نما کے لئے گوشت ایک ضروری عنصر ہے، بہت سے لوگ ناداری کی وجہ سے گوشت سیر ہو کر نہیں کھا سکتے قربانی کے ایام میں ان کی یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

(14) قربانی کے ذریعہ ان کفار کے عقیدہ پر ضرب لگتی ہے جو جانوروں کی پرستش کرتے ہیں۔

(15) قربانی یہ سبق دیتی ہے کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالی کی رضا کے لئے اس خارجی حیوان کو آہنی چھری سے ذبح کیا ہے۔ اسی طرح شریعت کی قربان گاہ پر اپنے داخلی حیوان کو بھی مخالفت نفس کی چھری سے ذبح کر ڈالو تا کہ باطن ظاہر کے موافق ہو جائے۔ (1)

(16) قربانی کے لئے قرآن پاک میں لفظ ''قربان'' استعمال ہوا ہے جس کا مادہ اشتقاق لفظ ''قرب'' ہے جو نزدیکی کا معنی دیتا ہے۔ یعنی قربانی کسی مقصد کے حصول اور قرب کا ذریعہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

---

(1) علامہ غلام رسول سعیدی، مقالات سعیدی، ص: 386

جب تک قربانی پیش نہ کی جائے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی منزل قریب نہیں ہوتی، ملازمت، تجارت، زراعت اور عبادت غرضیکہ مادی اور روحانی ہر قسم کے مقاصد کا حصول یا قرب اسی وقت ممکن ہے جب انسان ان کے لئے آرام، وقت، دولت اور خواہشات وغیرہ کی قربانی پیش کرے۔

انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب ہے جس کا حصول عبادت الٰہی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ عبادت و اطاعت خداوندی نفسیاتی خواہشات کو کچل کر رکھ دینے اور وقت و آرام کو قربان کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انسان اپنے مقصد حیات کو اسی صورت میں حاصل کرسکتا ہے جب اس میں قربانی کا جذبہ پوری طرح کارفرما ہو۔ (الحاج مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی)

قربانی کا مفہوم:

شریعت کی اصطلاح میں مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں عبادت کی نیت سے ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔

قربانی کا شرعی ثبوت:

قرآن مجید میں مختلف جگہ قربانی کا ذکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "فصل لربک وانحر" حبیب! اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کرو۔

حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ "انحر" کے متعدد معنی کئے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(1) دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہوجائے۔

(2) نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

(3) نماز میں رفع یدین کرنا۔

(4) قربانی کرنا

جب تک قربانی کرنے کے معنی کا دوسرے معنی پر راجح ہونا ثابت نہ ہو۔ اس وقت تک آیت مبارکہ کو قربانی پر محمول کرنا درست نہیں۔

اس کے جواب میں تفسیر کبیر سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کا خلاصہ نقل کرتا ہوں، جو اس شبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کیلئے کافی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

اکثرین اور عامۃ المفسرین کا قول یہ ہے کہ "النحر" سے قربانی مراد ہے اور یہ معنی باقی معانی سے اولیٰ ہیں اولویت کی پانچ وجوہ ہیں۔

(1) اللہ تبارک تعالیٰ نے جب بھی نماز کا امر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ کا بھی ساتھ امر فرمادیا ہے لہذا آیت کریمہ "فصل لربک وانحر" میں لفظ "وانحر" سے قربانی مراد لی جائے گی (قربانی) عبادت مالی ہونے کی وجہ سے بمنزلہ زکوٰۃ کے ہے۔

(2) مشرکین اپنے بتوں کیلئے صلوٰۃ اور قربانی ادا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں کاموں کو اپنے لئے خاص فرمادیا (اور اگر "وانحر" کے معنی قربانی نہ ہوں تو قربانی کا اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے خاص ہونا ثابت نہ ہوگا)

(3) نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور رفع یدین وغیرہ امور نماز کے آداب وابعاض سے ہیں۔ وانحر "فصل" کا معطوف ہے اور شئی کے بعض کا عطف اس کے جمیع پر امر بعید ہے (لہذا "والنحر" سے قربانی مراد لینا ضروری ہوا۔ تاکہ کلام الٰہی میں یہ قباحت لازم نہ آئے)

(4) "فصل" میں امر الٰہی کی تعظیم اور "وانحر" میں شفقت علی خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور جملہ حقوق عبودیت ان دو اصولوں سے خارج نہیں اس کے قربانی کے معنی مراد لینا اولیٰ ہے۔ فصل میں امر الٰہی کی تعظیم ہونا ظاہر ہے۔ قربانی میں شفقت علی خلق اللہ کے کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح

ہونے کے بعد حدیث صحیح کے مطابق جنت میں جائیں گے۔اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی اور قربانی کرنے والے قربانی کی وجہ سے ثواب اخروی کے مستحق ہوں گے۔ان کے حق میں شفقت ہے پھر عام غرباء اور مساکین دنیا میں قربانی کا گوشت کھائیں گے یہ بھی شفقت کا ایک پہلو ہے۔

(5) لفظ "نحر" کا استعمال باقی معانی کی بہ نسبت قربانی کے معنی میں زیادہ مشہور ہے اس لئے کلام الٰہی کا حمل اسی معنی پر واجب ہے۔

جلالین میں ہے (وانحر نسکک) صاوی حاشیہ جلالین میں ہے "وانحر نسکک ای هدایاک وضحایاک" روح المعانی میں ہے:

"وقیل المراد بها صلٰوة العید وبالنحر التضحیة" اس کے بعد فرمایا" والاکثرون علی ان المراد بالنحر نحر الاضاحی" یعنی اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ "وانحر" سے مروجہ قربانی مراد ہے۔ (1)

نکتہ: عمدۃ الاذکیاء حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی فرماتے ہیں۔

قربانی کے طور پر بھیڑ، دنبہ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ سب ہی ذبح کیے جاسکتے ہیں لہذا "ضح" (قربانی کرو) فرمادیا جاتا "وانحر" اونٹ کی قربانی کرو کیوں فرمایا اور عام لفظ کی بجائے مخصوص لفظ کو کیونکر اختیار فرمایا گیا تو اس میں یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جس طرح نماز سب عبادات بدنیہ سے بڑی ہے اسی طرح اونٹ قربانی کے جانوروں میں سے سب سے بڑا ہے لہذا عبادات بدنیہ کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی قربانی ادا کیجئے۔نیز اونٹ جیسے جانور کو غریب اور فقیر آدمی ذبح نہیں کر سکتا تو اس میں یہ بشارت بھی ہے کہ یہ فقر وفاقہ اور مسکنت ظاہرہ ختم ہو جائے گی اور آپ سو سو اونٹوں کی قربانی کرو گے اور یہ غیبی خبر حجۃ الوداع کے موقع پر پوری ہوگئی (کوثر الخیرات)

---

(1) غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ ، مقالات کاظمی ، جلد : 1 ، ص : 446

☆ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

"قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین" (1)

اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے! بے شک میری نماز میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

قربانی کے ثبوت پر احادیث مبارکہ سے دلائل:

☆ امام عبدالوھاب شعرانی فرماتے ہیں کہ حاکم نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

" من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلا یحضرن مصلا نا" (لواقح الانوار) (2)

جو شخص قربانی کی طاقت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے

☆ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے عرض کیا "ما ھذہ الاضاحی" حضور یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا" سنة ابیکم ابراھیم علیه السلام" یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ (3)

☆ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ پورے دس سال مدینہ طیبہ میں اقامت پذیر رہے اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔ (4)

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قربانی دینا صرف میدان (منیٰ) کے ساتھ خاص نہیں اور صرف حاجیوں پر لازم نہیں بلکہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہے اور حضور اکرم ﷺ نے دس سال قیام مدینہ طیبہ کے دوران قربانی دے کر اس وہم کو باطل فرمادیا اور عملی طور پر ہر سال قربانی دے کر اس

---

(1) القرآن ، سورۃ انعام ، آیۃ : 162

(2) القدیہ ، جلد 1 ، ص : 209

(3) ولی الدین، مشکوٰۃ شریف ، ص : 129

(4) امام ترمذی ، جامع ترمذی ، جلد : 1 ، ص : 182

کی اہمیت کو واضح فرمادیا۔ (کوثر الخیرات)

ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہو گیا کہ قربانی کرنا سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی ﷺ بھی۔

قربانی کا فقہی حکم:

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

مالی عبادات دو قسم کی ہیں۔ایک بطریق تملیک ہے جیسے صدقات اور ایک بطریق اتلاف ہے جیسے آزاد کرنا قربانی میں یہ دونوں قسمیں جمع ہو جاتی ہیں اس میں جانور کا خون بہا کر تقرب حاصل کیا جاتا ہے یہ اتلاف ہے اور اس کا گوشت صدقہ کیا جاتا ہے یہ تملیک ہے ہمارے نزدیک قربانی امیروں اور مقیم لوگوں پر واجب ہے۔مزید لکھتے ہیں کہ قربانی کو واجب قرار دینے کے سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"فصل لربک وانحر"

اپنے رب کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔"انحر" امر ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔اور قربانی نہ کرنے پر وعید کا لاحق کرنا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قربانی واجب ہے۔

☆ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے عید سے پہلے قربانی کر لی وہ قربانی کو دہرائے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام پر ذبح کرے"اس حدیث میں قربانی کا امر کیا ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"ضحوا" قربانی کرو یہ امر ہے اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے تو اس سنت سے مراد دین میں طریقہ ہے،اور جو وجوب کی نفی نہیں کرتا،اس میں مخالفین کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہم قربانی کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں۔

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو ایک سال یا دو سال تک قربانی

نہیں کی اس کی وجہ ان کا افلاس تھا یا ان کا حال سفر میں ہونا انہوں نے قربانی اس لئے نہیں کی لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ افلاس یا سفر میں بھی قربانی واجب ہوتی ہے۔

☆ نیز یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی طرف ان ایام کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے یہ یوم الاضحیٰ ہے یعنی قربانی کا دن ہے سو جس طرح جمعہ کی طرف اضافت کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب ہے، اسی طرح ان ایام میں قربانی کی اضافت کی وجہ سے قربانی واجب ہے۔

یہ اعتراض کہ اگر قربانی واجب ہے تو پھر قربانی والا قربانی سے کس طرح کھا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے نے یہ قربانی اللہ تبارک وتعالیٰ کیلئے کی ہے۔ اور اللہ تبارک نے خود قربانی کے گوشت سے کھانے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے "فکلوا منھا" اس سے کھاؤ۔

☆ اور نذر ماننے سے جو قربانی واجب ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی جنس سے ایک واجب شرعی ہے اور وہ قربانی ہے کیونکہ جس عبادت کی جنس سے واجب شرعی نہ ہو اسکی نذر ماننا صحیح نہیں جیسا کہ مریض کی عیادت کرنا۔ (1)

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو اور حالت سفر میں نہ ہو جو شخص گھریلو سامان اور ضرورت کی اشیاء کے علاوہ ساڑھے باون تولے یا اس سے زائد چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو وہ صاحب نصاب ہے چاہے چاندی یا رقم آج ہی اس کو حاصل ہوئی ہو۔ یا پہلے سے اس کے پاس موجود ہو۔ البتہ اگر اس نے قرض دینا ہو اور قرض ادا کرنے کے بعد ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت باقی نہ بچتی ہو تو وہ صاحب نصاب نہیں ہوگا اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

---

(1) محمد بن احمد سرخسی ، المبسوط ، مطبوعہ بیروت ، جلد : 12 ، ص 9

قربانی کا وقت:

دس ذوالحج کو نماز عید کے بعد سے بارہ ذوالحج کے دن سے سورج غروب ہونے تک قربانی کرنا جائز ہے ان تاریخوں میں دن کے وقت قربانی کرنی چاہیے رات کو قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

قربانی کتنے دن ہوسکتی ہے:

قرآن کریم، حدیث صحیح اور آثار صحابہ سے جو کچھ صحت اور اعتماد کے ساتھ ثابت ہے وہ یہی ہے کہ قربانی صرف تین دن تک جائز ہے چوتھے دن قربانی نہیں ہوگی۔

قرآن کریم سے استدلال:

"ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات" (القرآن) اس آیت کے تحت ابوبکر جصاص احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"لفظ ایام کی دلالت کم از کم تین دنوں پر ہے تو تین دن تو یقیناً ثابت ہوگئے اور تین دن سے زیادہ پر کوئی دلیل نہیں پس وہ ثابت نہیں"۔ (1)

☆ امام مالک فرماتے ہیں کہ تیسرا دن قربانی کا آخری دن ہے۔

☆ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابوھریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی نظریہ ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ بکثرت صحابہ سے یہ منقول ہے کہ قربانی تین دن ہے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام ثوری کا بھی یہی مسلک ہے۔

حدیث سے استدلال:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

---

(1) جصاص، احکام القرآن، جلد: 3، ص: 235 (بحوالہ مقالات سعیدی)

"انما النحر فی هذه الایام الثلاثة" کہ قربانی ان تین دنوں میں ہے۔ (1)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "عن علی قال النحر ثلاثة ایام افضلها اولها"

حضرت علی نے فرمایا قربانی تین دن تک ہے ان میں افضل پہلا دن ہے۔ (2)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما "النحر ثلاثة ایام" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قربانی تین دن ہے۔ (3)

فقیہ الامۃ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "عن ابن عمر الاضحی یوم النحر ویومان بعده"

قربانی عید اور اس کے دو دن بعد ہے (4)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے "عن انس قال الاضحی یوم النحر ویومان بعده"

"قربانی عید اور دو دن بعد ہے"۔ (5)

مسئلہ: شہروں میں جہاں عید نماز پڑھی جاتی ہے جب تک کسی جگہ عید کی نماز نہ ہو جائے قربانی کرنا جائز نہیں البتہ جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں فجر کی نماز کے بعد قربانی دی جاسکتی ہے اگر شہر میں

---

(1) عینی مختصر الکرخی بحوالہ بنایہ، جلد: 4، ص: 177۔ ابن حزم، محلی ابن حزم، جلد: 7، ص: 377

(2) ابن عابدین، عمدۃ القاری، جلد: 21، ص: 148

ابن حزم، محلی ابن حزم، جلد: 7، ص: 377۔ امام مالک، موطا امام مالک، ص: 188

(3) جصاص، احکام القرآن، جلد: 3، ص: 233۔ ابن حزم، محلی ابن حزم، جلد: 7، ص: 377

(4) امام مالک، موطا امام مالک، ص: 188

(5) عینی، شرح تحقیق بحوالہ بنایہ، جلد: 4، ص: 117۔ ابن حزم، محلی ابن حزم، جلد: 7، ص: 377

متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ عید گاہ میں ہو بلکہ کسی ایک مسجد میں ہو جائے تو قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں:

''عن جابر قال قال رسول الله ﷺ لا تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان'' (1)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ (صرف مسنہ) ایک سال کی بکری، دو سال کی گائے اور پانچ سال کے اونٹ) کی قربانی کرو، ہاں اگر تم کو دشوار ہو تو چھ سات ماہ کا دنبہ یا مینڈھا ذبح کر دو۔

اونٹ، گائے، بکری ہر قسم میں اس کی جتنی انواع ہیں سب داخل ہیں نر اور مادہ، خصی اور غیر خصی سب کی قربانی ہو سکتی ہے۔ بھینس گائے کی قسم میں داخل ہے اس کی بھی قربانی ہو سکتی ہے بھیڑ اور دنبہ بکری کے حکم میں ہے۔ اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال ہونی چاہئے۔ گائے اور بھینس دو سال اور بکری دنبہ بھیڑ کے ایک سال ہونا شرط ہے البتہ دنبہ بھیڑ کا چھ مہینے کا بچہ اتنا موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اسکی قربانی جائز ہے۔

قربانی ایک عبادت ہے لہذا قربانی کا جانور خوبصورت موٹا تازہ اور بے عیب ہونا چاہئے۔ اگر معمولی عیب ہو تو قربانی جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

قربانی کرنے پر اجر و ثواب کے متعلق احادیث مبارکہ:

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ ﷺ قال ما عمل ادمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم انہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونھا و اشعارھا

---

(1) امام مسلم، مسلم شریف، کتاب الاضاحی، جلد: 2، ص: 155

واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع من الارض فطيبوا بها نفساً (1)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قربانی کے دن کسی شخص کا کوئی عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور اپنے کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے پس تم دل کی خوشی سے قربانی کیا کرو۔

ضروری بات:

شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب فرماتے ہیں:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اصل عبادت جانور کا ذبح کرنا اور اس کا خون بہانا ہے لہذا جو لوگ کہتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ اس کی قیمت صدقہ کر دینی چاہئے یا حکومت کے خزانہ میں داخل کر دینی چاہئے۔ لغو اور باطل ہے اور حدیث و قرآن کے بالکل خلاف ہے قرآن کریم نے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور رسالت مآب ﷺ نے بھی اس عمل کو سب اعمال سے افضل و اعلیٰ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین فرمایا ہے نیز خود رسالت مآب ﷺ نے حج کے موقع پر سو اونٹ قربان کئے اور ان کی قیمت کو بیت المال میں داخل نہ فرمایا جبکہ اسلامی لشکر کی تیاری کیلئے بہت بڑی ضرورت درپیش ہوئی تھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت ابھی اتنی خوشحال نہیں تھی اور نہ ہی ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی لہذا یہ بات لغو و باطل ہے اور دین میں رخنہ اندازی اور فتنہ پردازی کے مترادف ہے "اعاذنا اللہ من ذلک"۔ (2)

---

(1) امام ترمذی، جامع ترمذی، ص: 235

(2) علامہ محمد اشرف سیالوی، کوثر الخیرات، ص: 356

☆ عن علی ان النبی ﷺ قال لفاطمة قومی یافاطمة فاشهدی اضحیتک اما ان لک باول قطرة تقطر من دمها مغفرة کل ذنب اصبته اما انه یجاء بهایوم القیامة بلحومها و دمائها سبعین ضعفاثم توضع فی میزانک قال ابو سعید الخدری ای رسول الله اهذه لال محمد خاصة فهم اهل لما خصوا به من خیر ؟ام لال محمد وللناس عامة ؟قال بل هی لال محمد وللناس عامة. (1)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت فاطمہ سے فرمایا اے فاطمہ کھڑی ہو! اور اپنی قربانی پر حاضر ہو، بے شک قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے پچھلے گناہ کی مغفرت کردی جاتی ہے اور سنو! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو ستر درجہ بڑھا کہ تیرے میزان میں وزن کیا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ اجر صرف آل محمد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ وہ اس خیر کے اہل ہیں اور یہ آل محمد اور تمام لوگوں کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ یہ اجر آل محمد اور تمام لوگوں کیلئے ہے۔

☆ عن حسن بن علی رضی الله تعالی عنهما قال قال رسول الله ﷺ من ضحی طیبة نفسه محتسبا لاضحیته کانت له حجابامن النار. (2)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس شخص نے ثواب کی نیت سے اور خوش دلی کے ساتھ قربانی کی وہ اس کیلئے آگ سے حجاب ہو جائے گی۔

---

(1) علی متقی، کنز العمال، مطبوعہ بیروت، جلد: 5، ص: 221

(2) مجمع الزوائد، جلد: 4، ص: 17 (بحوالہ شرح مسلم شریف)

قربانی کے جانور کے عیوب ونقائص کا بیان:

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے: "عن براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال قام فینا رسول اللہ ﷺ فقال اربع لا تجوز فی الاضاحی العوراء بیّن عورها والمریضة بیّن مرضها العرجاء بیّن عرجها والکبیرة التی لا تنقی" (1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان قیام کیا اور فرمایا چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

☆ کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، بیمار جسکی بیماری ظاہر ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور اتنی بڑی عمر کا کہ جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو۔

☆ عن عتبة بن عبد السلمی قال انما نهی رسول اللہ ﷺ عن المصفرة والمستاصلة والنجقاء والمشیة والکسراء. (2)

حضرت عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا کان اکھاڑ لیا جائے اور اس کا سوراخ ظاہر ہو جائے اور اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جسکے سینگ جڑ سے اکھاڑ لئے جائیں اور جس کی آنکھ میں روشنی نہ رہے اور جو اس قدر دبلا ہو کہ بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہ چل سکے اور جس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو۔

☆ عن علی قال امرنا رسول اللہ ﷺ ان نستشرف العین والاذن ولا نضحی بعورا ولا مقابلة ولا مدابرة ولا خرقاء ولا شرقاء. (3)

---

(1) ابوداؤد ، سنن ابی داؤد ، جلد : 2 ، ص : 31

(2) ابوداؤد ، سنن ابی داؤد ، جلد : 2 ، ص : 31

(3) ابوداؤد ، سنن ابی داؤد ، جلد : 2 ، ص : 32

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قربانی کے جانوروں کی آنکھوں اور کانوں کو غور سے دیکھ لیا کریں، اور کانے جانور کی قربانی نہ کریں اور نہ اس کی جس کے کان کی اگلی جانب کٹی ہوئی ہو، اور نہ اس کی جس کے کان کی پچھلی جانب کٹی ہوئی اور نہ اس کی جس کے کان میں بطور علامت سوراخ ہو اور نہ اس کی جس کا کان چرا ہوا ہو۔

قربانی کے جانور کی صفات کے متعلق احادیث:

''عن بقیہ قال قال النبی ﷺ ان احب الضحایا الی اللہ اغلاھا و اسمنھا''(1)

حضرت بقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ قیمتی ہو۔

فقہاء احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار:

قربانی ایک عبادت ہے لہٰذا قربانی کا جانور بے عیب اور خوبصورت اور موٹا تازہ ہونا چاہیے اور قربانی کرنے والے کے پیش نظر یہ بھی رہے کہ "لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" (نیز مرقات میں ہے کہ قربانی کا جانور میدان محشر میں اپنے صاحب کیلئے سواری بن کر آتا ہے۔

قربانی کے جانور کے عیب دار ہونے کے سلسلے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

☆ قربانی کا جانور تمام عیوب فاحشہ سے سلامت ہونا چاہیے۔

☆ جس جانور کا پیدائشی سینگ نہ ہو یا اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو لیکن ہڈی کے جوڑ تک نہ ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ کی ٹوٹ ہڈی کے جوڑ تک پہنچ گئی تو پھر اس جانور کی قربانی جائز نہیں

---

(1) بیہقی، بیہقی سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، جلد: 9، ص: 272 (الحوالہ شرح مسلم شریف)

☆ اگر جانور اندھا، کانا یا لنگڑا ہو اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں اسی طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں یا جس کی چکی یا دم بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، جس کا کان چھوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے جس کا کان پورا کٹا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر کان چکی دم اور آنکھ کا زیادہ حصہ یعنی تہائی سے زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو جائز نہیں ہے اور کم ضائع ہوا ہو تو پھر جائز ہے۔

☆ جس جانور کے دانت نہ ہوں تو اگر وہ چارا کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

☆ جو جانور پاگل ہو گیا ہو مگر چارا کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں

☆ خارش زدہ جانور اگر موٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

☆ جس جانور کا کان طول کی جانب چیرا ہو اس کی قربانی جائز ہے اسی طرح جس کے کان کا اگلا حصہ یا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا جس کا کان پھٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے حدیث میں ایسے جانوروں کی قربانی کی ممانعت ہے وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

☆ جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

☆ جو جانور بھینگا ہو یا جس کا اون کاٹ لیا گیا ہو اسکی قربانی جائز ہے۔

☆ جس کے تھن کاٹ لئے گئے ہوں، یا جس کے تھن خشک ہو گئے ہوں یا جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکے اس کی قربانی جائز نہیں۔

☆ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارا کھا سکتی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔

☆ اگر بکری کی زبان نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے کی زبان نہ ہو تو پھر جائز نہیں۔

☆ (جلالہ) جو جانور لید گوبر اور گندی غلیظ چیزیں کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر جلالہ اونٹ ہو تو اس کو چالیس دن بند کرنا ضروری ہے گائے کو بیس دن، بکری کو دس دن اور مرغی کو تین دن۔

☆ جس جانور کی چار ٹانگوں میں ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

☆ مشائخ نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو کسی منفعت کو بالکل زائل کر دے یا جمال کو بالکل ضائع کر دے اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں ہے۔

☆ صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خریدا یا خریدنے کے بعد اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔

افضل قربانی کا بیان:

خصی جانور کی قربانی بہ نسبت نر کے افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اونٹ کا ساتواں حصہ افضل ہے یا بکری؟ تحقیق یہ ہے کہ جس کی قیمت زیادہ ہو وہ افضل ہے اگر قیمت برابر ہو تو گائے کے ساتویں حصہ سے بکری افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔

☆ زیادہ موٹا تازہ حسین اور زیادہ عظیم جانور کی قربانی مستحب ہے

قربانی کے دیگر مسائل:

قربانی کرنے سے چند ایام پہلے قربانی کے جانور کو باندھنا اس کے گلے میں ہار ڈالنا اور اس پر جل ڈالنا مستحب ہے ذبح کے دن جانور کو سختی سے یا گھسیٹ کر نہیں بلکہ آہستہ آہستہ قربان گاہ کی طرف لے جایا جائے۔

☆ قربانی کے بعد اس کے ہار اور جل وغیرہ کو صدقہ کر دے۔

☆ جب کوئی بکری یا گائے وغیرہ قربانی کیلئے خریدے تو اس کا دودھ دوھ کر یا اس کے بال اون وغیرہ کاٹ کر نفع حاصل کرنا مکروہ ہے۔

☆ اگر قربانی کے جانور کے بچہ ہو جائے تو اس بچہ کو بھی اس جانور کے ساتھ ذبح کر دیا جائے اور اگر اس کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر ایام نحر گزر گئے تو اس بچہ کو زندہ صدقہ کر دیا جائے اور اگر بچہ کو ماں کے ساتھ ذبح کیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ اس کا گوشت صدقہ کر دیا جائے۔

☆ صاحب نصاب قربانی کے جانور کو فروخت کر کے اس کے بدلہ میں دوسرا جانور خرید سکتا ہے اور اگر کچھ پیسے بچ جائیں تو ان کو صدقہ کر دے۔

قربانی کرنے والے کیلئے قربانی کرنے سے پہلے بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ام سلمة ان النبی ﷺ قال اذا رایتم هلال ذی الحجة و اراد احد کم ان یضحی فلیمسک عن شعره و اظفاره۔ (1)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ذوالحج کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں کو اسی طرح رہنے دے۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عشرہ ذوالحج میں قربانی کرنے والے کیلئے قربانی پہلے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے کی رخصت ہے اور یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی قربانی کے ایام میں بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اور یہی مذہب شافعی ہے (2)

---

(1) امام مسلم ، صحیح مسلم ، کتاب الاضاحی

(2) ملا علی قاری ، مرقات ، جلد 3 ، ص : 307

جانور میں شرکت:

اونٹ، اونٹنی، گائے، بھینس وغیرہ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ شرکاء عبادت کی نیت سے شریک ہوں اگر کوئی شخص گوشت کھانے کی غرض سے حصہ ڈالتا ہے اور قربانی مقصود نہیں ہے تو یاد رکھیں باقی چھ کی قربانی بھی نہ ہوگی۔

اگر عقیقہ کی غرض سے کوئی حصہ ڈالا جائے تو جائز ہے

بسم اللہ اور تکبیر پڑھ کر اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا مستحب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس قال ضحی النبی ﷺ بکبشین املحین اقرنین ذبحهما بیده وسمی و کبر وضع رجله علی صفاحهما۔ (1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو گندمی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی آپ نے بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور اپنا قدم مبارک ان کے ایک پہلو پر رکھا۔

☆ عن عائشة ان رسول الله ﷺ امر بکبش اقرن یطاء فی سواد ویبرک فی سواد وینظر فی سواد فاتی به لیضحی به فقال لها یا عائشه هلمی المدیة ثم قال اشحذیها بحجر ففعلت ثم اخذها واخذا لکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال باسم الله اللهم تقبل من محمد و آل محمد ومن امة محمد ثم ضحی به۔ (2)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کی ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ سو قربانی کرنے کیلئے

---

(1) امام مسلم، صحیح مسلم (2) امام مسلم، مسلم شریف، کتاب الاضاحی، رقم الحدیث ۵۰۹۳

ایسا مینڈھا لایا گیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس کو پتھر سے تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا، پھر آپ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے، پھر فرمایا، اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد و آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما، پھر اس کی قربانی کی۔

فوائد حدیث:

☆ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا مستحب ہے اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو ذبح کرنے کی اجازت دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

☆ رسول اکرم ﷺ نے اپنی ساری امت یا مفلس و نادار افراد کو اپنے ساتھ قربانی کے ثواب میں شریک فرمایا تو اس احسان و اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ امتی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کریں اور ثواب آپ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ حضرت علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دو مینڈھے ذبح فرمایا کرتے تھے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ دو جانور کیوں ذبح کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "اوصانی خلیلی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ" میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی کروں اس لئے میں دوسرا جانور ان کی طرف سے ذبح کیا کرتا ہوں۔

☆ حضور خاتم النبیین ﷺ نے اپنی امت کی طرف سے قربانی فرمائی خواہ وہ موجود تھے یا نہ تھے بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے تھے یا پہلے وفات پا چکے تھے تو معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کی طرف سے صدقہ کرنا اور اپنے ثواب میں اسے شریک کرنا، خواہ وہ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو یا ابھی پیدا بھی نہ ہوا ہو، بالکل جائز اور کار ثواب ہے بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

☆ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے سو اونٹ قربانی کئے جن میں سے تریسٹھ آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے اور باقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذبح فرمائے۔ "ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلاثا و ستین بدنة بیده ثم اعطی علیا فنحر ما غبر"

عجیبہ:

جب رسول اکرم ﷺ ذبح کرنے کیلئے خنجر ہاتھ میں لے کر اونٹ کے سامنے آتے اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولی میں آپ کے پاس لائے جانے لگے تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی گردن آگے کرتے تاکہ سب سے پہلے اسے ذبح کیا جائے۔

عشاق منتظر ہیں یہاں سر لئے ہوئے تو بھی نکل حجاب سے خنجر لئے ہوئے

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

قرب رسول الله ﷺ بدنات خمس او ست فطفقن يزدلفن اليه بايتهن يبد. (1)

سبحان اللہ: جانوروں کو بھی محبوب خدا ﷺ سے کتنا عشق ہے کہ جان جانے کا غم نہیں، بھاگ کر جان بچانے کی فکر نہیں بلکہ ہر ایک اس خواہش پر کہ سب سے پہلے مجھے آپ کے ہاتھ مبارک سے ذبح ہونا نصیب ہو دوسرے کو دھکیل کر گردن آگے بڑھاتا ہے۔

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف اے کشتۂ محبت تری غیرت کو کیا ہوا؟

جب جانوروں کے اندر اتنا سوز وگداز ہے اور محبوب کریم ﷺ کے ہاتھوں ذبح ہونے کا اس قدر شوق ہے تو پھر انسانوں کے اندر عشق ومحبت کے جو جذبات اس وقت موجزن ہوتے ہوں گے جب محبوب کے قدموں پر وہ اپنی جانیں قربان کرتے ہوں گے، اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے وہ تو اس عظیم نعمت اور سعادت کو دشمن کے حصہ میں آنا بھی گوارہ ہی نہیں کرتے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

جب حضرت خلیل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فرمایا "انی اری فی المنام انی

---

(1) ولی الدین، مشکوۃ شریف، باب الاضحیۃ

اذبحک فانظر ماذا تری" تو عرض کرتے ہیں "یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شآء اللہ من الصابرین" اے بیٹے میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تیری کیا رائے ہے تو وہ پکار اٹھے کہ اے اللہ کے خلیل اتم میری گردن کو شق ناز بنائے میرا سر تسلیم خم ہے اور انشاء اللہ ذرہ بھر اضطراب و بے چینی کا مظاہرہ نہیں ہوگا، بے فکر رہیے۔

فائدہ:

علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان کشف الاسرار سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کی امت میں سے جو بھی مفلس و درویش ہو اور قربانی نہ کر سکے تو کوئی ایسی صورت ہے جس سے وہ قربانی کا ثواب حاصل کر سکے؟ آپ نے فرمایا کہ چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ کوثر پڑھے اللہ تعالیٰ ساٹھ قربانیوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال اور دفتر حسنات میں درج فرمائے گا۔ (1)

ذبح کا طریقہ:

جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ اور پانی دیا جائے، بھوکا اور پیاسا جانور ذبح نہ کیا جائے، اسی طرح ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے۔ چھری پہلے سے تیز کر لی جائے جانور کے سامنے تیز نہ کی جائے۔ جانور کو پہلو کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو پھر دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔

"انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اللھم لک ومنک بسم اللہ اللہ اکبر"

---

(1) مناظر اسلام علامہ محمد اشرف سیالوی، کوثر الخیرات، مکتبہ ضیاء القرآن لاہور، ص: 360

میں نے اپنے منہ کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں
دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں جو باطل سے منہ موڑ کر حق کی طرف متوجہ ہونے والے تھے اور میں
مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت اللہ تبارک تعالیٰ کیلئے ہے جو
تمام جہانوں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں مطیع وفرماں بردار
لوگوں میں سے ہوں۔ اے اللہ یہ عبادت صرف تیرے لئے ہے اور قربانی کی توفیق تیری طرف سے
ہے "بسم اللہ اللہ اکبر"..... اللہ کے نام سے اللہ سب سے بڑا ہے۔

قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اللھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم علیه السلام وحبیبک
محمد ﷺ" اگر دوسرے کی طرف سے ہو تو منی کی جگہ من..... فلاں کا نام ذکر کریں
یا اللہ میری طرف سے "قربانی" قبول فرما جیسے تو نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف سے قبول فرمائی۔

ذبح اس طرح کیا جائے کہ چاروں رگیں یا کم از کم تین رگیں کٹ جائیں ورنہ جانور
حلال نہیں ہوگا۔ پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے اور اس کی روح بالکل نہ نکل جائے اس کے
پاؤں نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی کھال اتاری جائے۔ افضل یہ ہے کہ خود ذبح کرے اگر آپ ذبح
کرنا نہ جانتا ہو تو پاس حاضر ہو۔

مسئلہ: دوسرے سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ چھری پر رکھ دیا کہ دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر
بسم اللہ پڑھنا واجب ہے ایک بھی قصداً چھوڑ دے یا یہ خیال کرکے چھوڑ دے کہ دوسرے نے کہہ دی
ہے مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے تو دونوں صورتوں میں جانور حلال نہ ہوا (درمختار)

کتنی رگوں کا کاٹنا ضروری ہے:

ذبح میں جن رگوں کو کاٹا جاتا ہے وہ چار رگیں ہیں۔

(1) حلقوم (یہ سانس کی نالی ہے)

(2) مری (کریم) کے وزن پر یہ خوراک کی نالی ہے

(4،3) ودجان (یہ گردن کے دائیں اور بائیں طرف خون کی دو نالیاں ہیں) اگر یہ چاروں نالیاں کٹ جائیں تو جانور بالاتفاق حلال ہے اور اگر اکثر رگیں کٹ جائیں تب بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حلال ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب یہ پوچھا گیا کہ جو جانور عقدہ (گنڈھی) سے اوپر ذبح کیا جائے اس کی حلت کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ:

جو جانور عقدہ (گنڈھ) سے اوپر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں اگرچہ بعض روایات اس کی حلت کے متعلق موجود ہیں لیکن حلت وحرمت کے معاملہ میں ایسی روایت پر عمل درست نہیں۔ (1)

حرمت ذبح فوق العقدہ کی تشریح:

حضرت علامہ فیض احمد مؤلف مہر منیر لکھتے ہیں:

مولانا محب النبی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک سال جب پاکپتن شریف سے واپسی پر لاہور ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو چند علمائے لاہور نے حاضر ہو کر (حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ) کی تصنیف "اعلاء کلمۃ اللہ" میں مسئلہ حرمت ذبح فوق العقدہ کے متعلق تشریح چاہی۔ آپ حضرت قدس سرہ نے حوالہ جات فقہ پیش کرنے کی بجائے لاہور کے ایک لائق حکیم کو بلوایا اور کہلا بھیجا کہ کتاب "تشریح الابدان" بھی لیتے آئیں۔ حکیم صاحب کتاب لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے ایک ذبح شدہ بکرے کا سر منگوایا اور حکیم

---

(1) مہر علی شاہ، فتاوی مہریہ، مطبوعہ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز لاہور، ص 91,92

صاحب سے فرمایا کہ "تشریح الابدان" سے بحث عروق پڑھیں۔ چنانچہ انہوں نے سر کی رگیں دکھا کر اور کتاب پڑھ کر واضح کیا کہ (ودجین) دو شہ رگیں دماغ تک پہنچی ہیں اور دو دیگر رگیں حلقوم اور مری عقدہ کے نچلے حصہ سے متصل ہوتی ہیں، جب مشاہدہ کی بناء پر مری اور حلقوم کا انتہاء معلوم ہو گیا کہ وہ عقدہ (گنڈھی) کے نیچے آ کر ملتی ہیں تو آپ نے جماعت علماء سے فرمایا کہ اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آیا فوق العقدہ ذبح کی صورت میں چاروں رگیں قطع ہو جاتی ہیں یا دو۔ علماء نے عرض کیا کہ اب ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ جو آپ نے لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔ (1)

نوٹ: اس مسئلہ کی تحقیق اور پوری تفصیل حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز کی تصنیف "اعلاء کلمۃ اللہ" میں دیکھی جا سکتی ہے جہاں آپ نے اس مسئلہ کو پوری طرح "الم نشرح" فرمایا ہے۔

گوشت کی تقسیم:

اگر قربانی کا جانور مشترک ہو تو تول کر گوشت کے حصے کئے جائیں محض اندازے اور انکل سے تقسیم نہ کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم وبیش ہو گا تو ہر ایک اس کو دوسرے کیلئے جائز ومباح کر دے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے۔ تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز شریعت کا حق ہے اور ان کو حق نہیں پہنچتا کہ حق شرع معاف کرتے پھریں۔ (در مختار رد المختار) اگر سات آدمی شریک ہوں تو وزن سے سات حصے کریں پھر یہ آدمی اپنے حصے کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ غریبوں اور محتاج لوگوں میں بانٹ دے ایک حصہ رشتہ داروں اور عزیزوں اور ایک گھر میں رکھ لے اور کل صدقہ کر دینا جائز ہے اگر اس شخص کے 'جیا جنت' اور اہل وعیال ڈھیر سارے ہوں اور وہ صاحب وسعت اور خوشحال نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں کے لئے رکھ چھوڑے (عالمگیری) تین دن سے زیادہ بھی گوشت کو ذخیرہ

---

(1) مولانا فیض احمد، مہر منیر، مطبوعہ 1991ء، ص: 433

اور اسٹور کرنا جائز ہے۔لیکن کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت جسے چاہے ہبہ کرے غنی کو، فقیر کو مسلم کو اور ذمی کو۔

☆ اگر قربانی کے جانور کی منت مانی تھی تو پھر اس کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور نہ اغنیاء کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کر دینا واجب ہے منت ماننے والا چاہے صاحب مال ہو چاہے کنگال ہو دونوں کا حکم برابر ہے۔

مسئلہ: اگر فوت شدہ آدمی کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھا سکتا ہے دوست احباب کو دے، فقرا کو دے لیکن اگر مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے قربانی دینا تو اب اس صورت میں اس میں سے نہ کھائے بلکہ سارا گوشت صدقہ کر دے۔ (بہار شریعت)

قربانی کی کھال:

قربانی کی کھال قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں (حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "نحن نعطیه من عندنا" ہم قصاب کی اجرت اپنے پاس سے دیتے تھے۔ (1)

قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک، مصلی موزے بنالے اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحسانا جائز ہے جس کو بعینہ کام میں لایا جا سکے مثلاً کتاب یا پنکھا خرید لے اور اس سے وہ چیز خریدنا جائز نہیں جس کو بعینہ کام میں نہ لایا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تا کہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)

قربانی کی کھال دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق اور بحث ونظر:

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں۔اس مسئلہ میں

---

(1) بیہقی ، بیہقی سنن کبری ، مطبوعہ ---- ، جلد : 9 ، ص : 492

متاخرین علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی کی کھال مساجد اور دینی مدارس کو بغیر حیلہ کے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ہمارے اکثر علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بعض علماء نا جائز کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا کہ: قیمت جلد قربانی یا عقیقہ براہ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے، یا تملیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی؟ اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہاں جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے "قال رسول اللہ ﷺ وائتجروا" (یعنی حضور اکرم ﷺ نے قربانی کے گوشت کے متعلق فرمایا اس کو کھاؤ ذخیرہ کرو اور اس میں اجر طلب کرو۔ (1)

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لئے داموں کو فروخت کی تو دام بھی براہ راست صرف کئے جاسکتے ہیں، تبیین الحقائق میں ہے "لانہ قربۃ کالتصدق" ان صورتوں میں تملیک ضروری جاننا شرع مطہرہ میں زیادتی کرنا جس پر کوئی دلیل شرعی نہیں تو اپنی طرف سے ایجاد وایجاب ہوا۔ "ما انزل اللہ بھا من سلطن" ہاں اپنے خرچ میں لانے کیلئے داموں کو بیچی تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے براہ راست مسجد و مدرسہ میں نہ دے۔ (2)

مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کیلئے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دی۔ (3)

یہ جواز اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ مسجد کی انتظامیہ مسجد کی وکیل ہوتی ہے اور وہ مسجد کی طرف سے کھال کو وصول کرتی ہے اور چونکہ کھال اغنیاء او احباء کو ہدیہ دی جاسکتی ہے اس لئے لوگ مسجد کو کھال

---

(1) ابوداود ، سنن ابی داود ، جلد : 2 ، ص : 33

(2) عرفان شریعت ، مطبوعہ بریلی بار دوم ، جلد : 2 ، ص : 16

(3) مولانا امجد علی ، بہار شریعت ، جلد : 15 ، ص : 148

ہدیہ کرتے ہیں اور انتظامیہ مسجد کی طرف سے یہ کھال ہدیہ وصول کرتی ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قربانی کی کھال کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قربانی کی جو کھالیں مسجد کو دی جاتی ہیں ان کو فروخت کر دیا جاتا ہے سو فروخت کے بعد ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوا اور صدقہ واجب بغیر حیلہ کے مسجد و مدرسہ پر نہیں لگتا۔

لیکن یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی کی کھال کو فروخت کرنے کے بعد اسکی قیمت کا صدقہ کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کھال کو قربانی کرنے والا خود فروخت کرے لیکن اگر قربانی کرنے والے نے وہ کھال کسی فقیر کو صدقہ دے دی یا کسی غنی کو ہدیہ دے دی اور اس فقیر یا اس غنی نے اس کھال کو فروخت کر دیا تو اب ان پر اس کھال کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔ علی ہذا القیاس جب مسجد یا مدرسہ کو قربانی ہدیہ دے دی گئی اور مسجد کی انتظامیہ نے اس کو مسجد کی طرف سے فروخت کر دیا تو اب انتظامیہ پر اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ مظہریہ میں لکھا ہے:

(سوال نمبر 57) قربانی کی کھالوں کو امام مسجد، مؤذن یا مسجد کے خدمت گاروں کو دینا جائز ہے یا نہیں اگر مسجد کی صفوں وغیرہ کیلئے فروخت ہو تو اس کی رقم مسجد کے اخراجات پر لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) قربانی کی کھالیں معاوضہ میں تو کسی خدمت کے نہیں دی جاسکتیں اور بلا معاوضہ جس کو چاہیں دے سکتے ہیں خواہ امام ہو یا مؤذن یا اور کوئی اور جب ان کو دے دی جائے تو یہ لوگ اپنی طرف سے مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں (فقط محمد مظہر اللہ غفرلہ)۔ (1)

---

(1) مفتی محمد مظہر اللہ، فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ص: 158

مسجد میں قربانی کی کھال نہ دینے کے دلائل اور ان کا جائزہ:

مفتی عزیز الرحمن دیوبندی لکھتا ہے:

اگر کھال کو مسجد کے متولیاں یا پیش اماموں کو مسجدیں بنانے کیلئے دی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مسجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی کیونکہ تملیک کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مالک بنادینا تا کہ وہ بعد مالک ہونے کے جو چاہے کرے، اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ دینے والے اس لئے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مسجد میں صرف کی جاوے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے قربانی کرنے والے کو ایسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیر مسجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو یہ بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اسے صرف کرنے کو وکیل بنادے کیونکہ جس تصرف کیلئے خود متوکل کو مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کردی گئی پھر اس کی قیمت کا مساجد وغیرہ میں تصرف کرنا شرعاً ممنوع ہے اور نہ اسے دوسرے کو اس لئے دینا جائز ہے کہ بعد فروخت اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔ (1)

شیخ عزیز الرحمن دیوبندی کی یہ دلیل اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ قربانی کی کھال دینے والے کی وکیل ہوتی ہے اور جب قربانی کرنے والا خود کھال فروخت کر کے اس کی رقم کو مسجد پر صرف نہیں کر سکتا تو اس کا وکیل یعنی انتظامیہ بھی کھال فروخت کرنے کے بعد اس کو مسجد پر صرف نہیں کر سکتی۔

لیکن یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے، مساجد اور مدارس کو جو عطیات اور چندے کی رقم دی جاتی ہیں ان میں انتظامیہ، مساجد اور مدارس کی وکیل ہوتی ہے چندہ دینے والوں کی نہیں ہوتی، اگر انتظامیہ چندہ دینے والوں کو وکیل ہوتو پھر یہ لازم ہوگا کہ چندہ کی رقوم کو چندہ دینے والوں کے احکام کے مطابق خرچ

---

(1) فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، جلد: 1، ص: 712

کیا جائے اور ان رقوم کے خرچ کرنے میں انتظامیہ کی تجاویز اور ان کی صواب دید اور فیصلوں کا کوئی دخل نہ ہو، حالانکہ واقع ایسا نہیں ہوتا چندہ کہ ان رقوم کو منتظمین، مساجد یا مدارس کی ضروریات اور ان کے تقاضوں کے اعتبار سے خرچ کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں چندہ دینے والوں سے مطلقاً مشورہ یا اجازت نہیں لیتے، نیز مساجد اور مدارس کے منتظمین مساجد اور مدارس کی ضروریات کے اعتبار سے چندہ کرتے ہیں۔ مثلاً مسجد کیلئے مینار بنانا ہے یا مسجد کیلئے غسل خانے بنانے ہیں یا اس کے صحن کو وسیع کرنا ہے یا اس کی ضروریات کیلئے دوکانیں بنانی ہیں یا امام اور خطیب کیلئے مکان بنانا ہے یا طلبہ کیلئے رہائشی کمرے بنانے ہیں یا لائبریری بنانی ہے یا اور کوئی تعمیر اور توسیع کرنی ہے یا اساتذہ اور اسٹاف کو تنخواہیں دینی ہیں، مسجد اور مدارس کی یہ ضروریات اور مسائل مصالح ہیں جن کیلئے منتظمین اہل ثروت حضرات سے تعاون کی اپیل کرتے ہیں اور چندہ اکٹھا کرتے ہیں اور یہ بات بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ اس عمل میں منتظمین، مساجد اور مدارس کے وکیل ہوتے ہیں اور متمول حضرات سے چندہ حاصل کرکے اس کو مساجد اور مدارس کی ضرورت اور مصالح پر خرچ کرتے ہیں۔ سو اسی طرح قربانی کی کھالیں جب مساجد یا مدارس کے منتظمین کو دی جاتی ہیں تو وہاں کھالوں کو مساجد اور مدارس کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کرتے ہیں اور عرف بھی اس پر شاہد ہے کہ جب کھال دینے والے آکر مسجد یا مدرسہ میں انتظامیہ کو کھال دیتے ہیں تو ان کا یہ قصد اور ارادہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کسی نمائندہ اور وکیل کو کھال دے رہے ہیں جو ان کے احکام کے مطابق اس کھال میں تصرف کرے گا، بلکہ وہ فی الحقیقت مسجد یا مدرسہ کو کھال دے کر جاتے ہیں اور انتظامیہ مسجد یا مدرسہ کی نمائندہ یا وکیل ہونے کی حیثیت سے ان سے کھال وصول کرتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اہل ثروت منتظمین مدرسہ یا مسجد کو چندہ دیتے ہیں اور وہ منتظمین کو اس چندہ میں تصرف کرنے کی عام اجازت دے دیتے ہیں کہ منتظمین اپنی صواب دید کے مطابق اس ادارہ میں جہاں چاہیں اس رقم کو خرچ کریں لہٰذا اس اعتبار سے انتظامیہ چندہ دینے والوں کی وکیل قرار پائی

نہ کہ مسجد یا مدرسہ کی وکیل ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ جب تک انتظامیہ چندہ کی رقم کو مستحقین پر خرچ نہ کردے اس وقت تک وہ رقم اداشدہ نہ سمجھی جائے بعض اوقات چندہ دینے والوں کی رقمیں کئی کئی سال تک متعلقہ اداروں کے اکاؤنٹ میں پڑی رہتی ہیں اور منتظمین کسی مصلحت کی بناء پر ان کو خرچ نہیں کرتے۔ یوں چندہ دینے والوں کی رقمیں چندہ دینے کے بعد بھی معلق رہیں گی اور ان کو ادا نہیں سمجھا جائے گا حالانکہ جب کوئی شخص مدرسہ میں کوئی عطیہ یا زکوٰۃ دے کر آتا ہے تو اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس نے زکوٰۃ ادا کردی ہے یا صدقہ یا عطیہ دے دیا ہے اور اس مفروضہ پر وہ تا حال ادا نہیں ہوا بلکہ تعلیق اور تعویق میں پڑا ہوا ہے نیز یہ مفروضہ عرف اور عادت کے بھی خلاف ہے کیونکہ عرف، عادت اور لوگوں کا تعامل یہی ہے کہ مسجد اور مدرسہ کی انتظامیہ مسجد اور مدرسہ ہی کے وکیل ہوتے ہیں چندہ دینے والوں کے وکیل نہیں ہوتے مساجد اور مدارس کی ضروریات اور مصالح کی بناپر منتظمین اہل خیر کو چندہ دینے کیلئے بلاتے ہیں، اہل خیر اپنی زکوٰۃ وصدقات اور چرم قربانی کی تقسیم کیلئے ان اداروں کے منتظمین کو اپنا وکیل نہیں بناتے بلکہ اپنی خیرات اور صدقات کا ایک حصہ مساجد اور مدارس کی انتظامیہ کو دیتے ہیں جو مدارس اور مساجد کے وکیل اور نمائندے ہوتے ہیں کھال دینے والوں کا وکیل اس شخص کو کہا جاسکتا ہے مثلاً قربانی کرنے والا اپنی قربانی کی کھال کسی شخص کو دے اور اس کو یہ کہے کہ جاؤ فلاں مدرسہ، فلاں مسجد یا فلاں غریب شخص کو یہ کھال جا کر دے آؤ۔ تو اب یہ شخص کھال دینے والے کا وکیل ہے اور جو شخص کسی مسجد یا مدرسہ کیلئے اس کی انتظامیہ کو کھال دے کر آتا ہے وہ انہیں کسی کو کھال دینے کیلئے وکیل نہیں بناتا اور یہ بالکل واضح ہے۔ (1)

(سوال) منکرین حدیث کے مرکز ادارہ طلوع اسلام (اس فتنہ انگیز ادارہ کا معمار چوہدری غلام پرویز تھا جو خود تو مرگیا مگر فتنے ابھی زندہ ہیں) نے ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ان لوگوں نے ''قرآنی

---

(1) علامہ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، فرید بک سٹال لاہور، جلد: 6، ص: 155،156

نے رکھا ہے اس کتاب کے صفحہ 57 پر مذکور ہے۔

"یہ جو ہم بقر عید کے موقعہ پر ہر شہر اور ہر قریہ ہر گلی اور ہر کوچہ میں بکرے اور گائیں ذبح کر ـ سا یہ قرآن کے کس حکم کی تعمیل ہے؟ قرآن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں، یہ ایک رسم ہے جو ہم میں متوارث چلی جا رہی ہے"

اس کتاب کے صفحہ 63 پر منکر حدیث نے کہا ہے۔

"سارے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نہیں لکھا کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھی قربانی دے جائے گی"

اس صفحہ پر بزعم خود محققانہ انداز میں لکھا کہا گیا ہے۔

"یہ کچھ ہزار برس سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور کوئی اللہ کا بندہ اتنا نہیں سوچتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے"۔

اس کے بعد صفحہ 25 پر انکشاف کیا گیا ہے کہ

"خود رسول اللہ نے بھی مدینہ میں قربانی نہیں دی"

پھر اپنی گمراہ کن کوششوں کی تکمیل اس طرح کی گئی ہے۔

"ہر جگہ قربانی دینا نہ حکم خداوندی ہے نہ سنت ابراہیمی اور نہ سنت محمدی ﷺ"

(**سوال**) یہ ہے کہ منکر حدیث کی مندرجہ بالا تصریحات کی حیثیت کیا ہے؟

(**جواب**) منکر حدیث کا بیان قطعاً غلط ہے اور اس کا یہ کہنا کہ قرآن میں کہیں قربانی کا حکم نہیں ـ اور یہ کہ سارے قرآن میں کسی ایک جگہ بھی نہیں لکھا کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھی قربانی دی جا سکتی ہے، سرتاپا غلط اور گمراہ کن ہے۔ قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے اور اس میں صراحۃً یہ بات مذکور ہے یہ اور بات ہے کہ منکر حدیث کو اپنی بے علمی اور کم مائیگی کی وجہ سے نظر نہ آئی حق تعالیٰ فرماتا ہے

"ولکل امة جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقهم من بهیمة الانعام"

ہم نے ہر امت کیلئے قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیں ان چوپائے

جانوروں پر جو اس نے ان کو دیے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں قربانی موجود تھی، تفصیل یہ ہے کہ ہر امت کیلئے رسول ثابت ہے جیسا کہ فرمایا "ولکل امۃ رسول" تو جتنے رسول ہوئے اتنی ہی امتیں ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دنیا میں جہاں جہاں رسول تشریف لائے وہاں امتیں تھیں۔ لہذا جہاں جہاں امتیں تھیں وہاں چوپایوں کی قربانی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امتیں نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ تمام روئے زمین پر آباد تھیں اور قربانی (جیسا کہ آیت مذکورہ سے ظاہر ہے) ہر امت پر مقرر تھی تو معلوم ہوا کہ قربانی تمام روئے زمین پر ہوتی تھی۔ لہذا منکر حدیث کا یہ کہنا کہ قرآن میں کہیں قربانی کا حکم نہیں اور یہ کہ سارے قرآن میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ بھی قربانی دی جا سکتی ہے نہ صرف گمراہی بلکہ بے بضاعتی علم کی بین دلیل ہے۔

علاوہ ازیں قربانی کو حج یا حاجی، کعبہ یا مکہ کے ساتھ مختص کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ کعبہ کی تعمیر سے قبل دنیا میں امتیں موجود تھیں اور جہاں جہاں امتیں موجود تھیں وہاں قربانی تھی (جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے) لہذا قربانی کو حج یا حاجی، کعبہ یا مکہ کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہے۔

نکتہ:

یہاں ایک نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امتوں پر قربانی رسولوں کے واسطہ سے مقرر کی ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے اور رسولوں نے اپنی اپنی امتوں کو حسب ہدایت خداوندی قربانی سکھائی اس طرح قربانی بحکم آیت کریمہ تمام رسولوں کی سنت قرار پائی لہذا منکر حدیث کا یہ قول کہ یہ "نہ سنت ابراہیمی ہے اور نہ سنت محمد ﷺ" قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر امت پر مقرر کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ امت کو صرف رسول ہی بتا سکتا ہے۔ لہذا یہ قطعاً ہر رسول کی سنت ہے لہذا یہ حکم خداوندی ہونے کے ساتھ ساتھ سنت ابراہیمی بھی ہے اور سنت محمدی بھی اور منکر

حدیث کا یہ کہنا کہ یہ نہ سنت ابراہیمی ہے نہ سنت محمدی ﷺ بالکل غلط اور گمراہ کن ہے۔

علاوہ ازیں منکر حدیث نے کہا ہے کہ قربانی ایک رسم ہے جو ہزار برس سے رائج ہے اس کے متعلق قارئین کرام خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ اور اسی قسم کی دیگر خرافات صرف اسی لئے کی جارہی ہیں کہ عامۃ المسلمین کو صحیح راستے سے بیزار کر دیا جائے تاکہ رفتہ رفتہ وہ الحاد اور دہریت کی طرف باسانی مائل ہو سکیں۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر قربانی محض ایک رسم یا بدعت ہوتی اور دین نہ ہوتی (جیسا کہ منکر حدیث کا خیال ہے) تو ابتدائے رواج ہی سے اس میں اختلاف ہوتا جیسا کہ خلق افعال عباد، مرجئہ، اور امامت کے مسائل میں رونما ہوا۔ حالانکہ تواتر سے ثابت ہے کہ قربانی کے مسئلہ میں کسی زمانے میں بھی اختلاف نہیں ہوا۔ یہ کیسی قربانی کی رسم تھی، یہ کیسی قربانی کی بدعت تھی کہ سارے جہاں کے مسلمانوں نے بلا اختلاف اس کو اپنا لیا۔ اور دین قرار دے دیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین میں کسی رسم یا نئی بات کے پیدا ہوتے ہی اختلاف کا پیدا ہونا فطری امر ہے فوراً اختلاف ہوتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قربانی پر سارے عالم کے مسلمان متفق ہیں اور یہ شہر شہر، قریہ قریہ، گھر گھر رائج ہے اس لئے یہ رسم یا بدعت نہیں بلکہ دین ہے منکر حدیث کا قول بالکل غلط اور بعید از فہم ہے۔ اب رہا منکر حدیث کا یہ قول کہ قربانی محض ہزار سال سے رائج ہوتی تو اس سے پہلے اس کا ذکر نہ ہوتا۔ حالانکہ اس ہزار سالہ دور سے قبل کی تصنیفات میں یہ مضمون موجود ہے بخاری کی کتاب اور موطا امام مالک دونوں اس ہزار سالہ دور سے پہلے کی کتابیں ہیں اور قربانی کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں۔

ازالہ شبہ:

اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال کتب حدیث پر مبنی ہے اور منکر حدیث کتب کا قائل ہی نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ منکر حدیث خواہ ان کتابوں میں مندرجہ احادیث کو مانے یا نہ

مانے، یہاں اس سے بحث ہی نہیں، بحث تو یہ ہے کہ یہ کتب دوسری اور تیسری صدی میں تالیف ہوئی ہیں اوران میں قربانی کے مضمون کا ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ زمانہ تالیف سے قبل اور زمانہ تالیف میں قربانی کا ذکر اور چرچا موجود تھا۔ لہذا یہ کہنا کہ قربانی ایک رسم ہے جو ہزار سال سے رائج ہے قطعاً غلط گمراہ کن اور بے بنیاد ہے بخاری میں مندرجہ احادیث منکر حدیث کے نزدیک غلط ہو یا صحیح، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ کتاب ہزار برس سے قبل کے دور میں تالیف ہوئی لہذا اس میں مندرجہ احادیث قربانی ہزار برس سے پہلے قرار پائیں۔ یہی دلیل ہے اس بات کی کہ قربانی اس ہزار سالہ دور سے پہلے دور میں موجود تھی اب اگر یہ قربانی رسم وبدعت ہوتی اور سنت و دین نہ ہوتی تو یقیناً اس میں اختلاف ہوتا اور وہ اختلاف منقول بالتواتر ہوتا۔ حالانکہ اس کے برعکس قربانی پر اتفاق منقول بالتواتر ہے اور یہ وجہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دین ہے دیکھیے عید الاضحیٰ کی نماز منقول بالتواتر ہے اور دین ہے۔ بعینہ اسی طرح نماز بعد قربانی منقول بالتواتر ہے اور دین ہے جس ذریعہ سے عید الاضحیٰ کی نماز کا دین ہونا منقول ہے، اسی ذریعہ سے نماز کے بعد قربانی کا دین ہونا منقول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منکر حدیث کا یہ کہنا کہ قربانی ہزار سالہ پیداوار یا بدعت ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کیونکہ تقریباً بارہ سو سال کی جتنی پیداواریں یا بدعات ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ مثلاً تشیع، خروج، اعتزال، ارجاء وغیرہ سب ہزار سال پہلے کی چیزیں ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہ بدعات ہیں یعنی ان کا بدعات ہونا منقول بالتواتر ہے اسی طرح اگر قربانی بھی کوئی رسم، بدعت یا نئی پیداوار ہوتی تو یقیناً اس میں اختلاف ہوتا اور وہ اختلاف منقول بالتواتر ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے معلوم ہوا قربانی کوئی رسم، بدعت یا نئی پیداوار نہیں بلکہ دین ہے اور اس کا دین ہونا اسی طرح بلا اختلاف منقول بالتواتر ہے جس طرح نماز عید الاضحیٰ کا دین ہونا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ قربانی کا بلا اختلاف منقول بالتواتر ہونا اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ قربانی دین ہو۔ ہو سکتا ہے کہ سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز پر متفق ہو جائے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ لادینی چیز دین بن جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

قربانی کا بلا اختلاف منقول بالتواتر ہونا قطعاً اس بات کا مقتضی ہے کہ قربانی دین ہو، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر قرآن بھی قابل وثوق نہیں رہے گا۔ اور اس کی حیثیت بھی مشتبہ ہو جائے گی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ منکر حدیث کہتا ہے کہ قربانی محض ہزار سال سے رائج ہے اس سے پہلے نہ تھی، لہذا یہ دین نہیں، منکر حدیث کا یہ قول جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا۔ قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے کیونکہ اول تو قربانی کو ہزار سالہ قرار دینا ہی غلط ہے جب کہ اس کا ثبوت ہزار سال سے قبل کی کتب سے ملتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر قربانی ہزار سالہ رسم یا بدعت ہو جیسا کہ منکر حدیث کا خیال، تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سارا عالم اسلام ایک لادینی امر پر بلا اختلاف متفق ہو گیا۔ کیونکہ قربانی بلا اختلاف منقول بالتواتر ہے) اس صورت میں حیثیت قرآن مشتبہ ہو جائے گی کیونکہ جب سارا عالم اسلام قربانی پر (جو بقول منکر حدیث لادین امر ہے) بلا اختلاف متفق ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس بات پر بھی متفق ہو جائے کہ غیر قرآن کو قرآن بنا دے اور اس طرح قرآن بھی ہزار سال سے غلط نقل ہوتا چلا آ رہا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز کو دین قرار نہیں دے سکتا اگر سارا عالم اسلام کسی لادینی چیز کو دین قرار دے سکتا ہو۔ تو اس وقت سارے عالم اسلام کی بات غیر معتبر اور غلط ہو تو پھر قرآن بھی غیر معتبر اور غلط ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن بھی اسی عالم اسلام کی نقل پر موقوف ہے لیکن عند الفریقین قرآن معتبر ہے۔ تو معلوم ہوا جس جماعت نے بالتواتر قرآن نقل کی وہ جماعت قابل اعتبار ہے بنا بریں جس جماعت کے اعتبار پر قرآن کو تسلیم کیا اسی جماعت کے اعتبار پر قربانی کو دین تسلیم کرنے پر کیا حرج ہے؟

اب رہا منکر حدیث کا یہ قول کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں قربانی نہیں کی تو اس کے متعلق میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا مدینے میں نماز عید الاضحیٰ تواتر سے ثابت ہے بعینہ اسی طرح قربانی بعد از نماز بھی تواتر سے ثابت ہے اس کے علاوہ میں اس سلسلے میں پوچھتا ہوں بتاؤ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں نماز عید الاضحیٰ پڑھی یا نہیں؟ دو ہی صورتیں ہیں یا پڑھی یا نہیں پڑھی اگر

کبھونہیں پڑھی تو پھر یہ نماز عید الاضحیٰ کہاں سے آئی؟ حج کے بعد منیٰ میں تو نماز عید الاضحیٰ ہوتی ہی نہیں، پھر یہ رسم نماز عید الاضحیٰ کدھر سے آئی؟ اگر کبھو پڑھی تو جس طرح اور جس ذریعے سے نماز الاضحیٰ کا مدینہ میں پڑھنا ثابت ہے بالکل اسی طرح اور اسی ذریعے سے قربانی بعد از نماز ہے۔ لہذا قربانی کو حدیث سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، جس طریقے سے نماز عید الاضحیٰ ثابت ہے اور دین ہے۔ اسی طریقے سے قربانی بعد از نماز ثابت ہے اور دین ہے۔

اس کو حضور ﷺ نے کیا، صحابہ کرام رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہم اجمعین نے کیا، سلف صالحین نے کیا اور بعد ازاں آج تک یہ متواتر و متوارث چلی آرہی ہے کسی زمانے میں اس میں اختلاف نہیں ہوا کسی دور میں یہ غیر شرعی یا لادینی امر قرار نہیں پائی یہ نہ رسم ہے نہ بدعت ہے نہ فضول خرچی ہے نہ اسراف بیجا ہے جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔ یقیناً وہ منافق ہیں "واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون"۔ (1)

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں ۔۔۔ کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

---

(1) محمد ایوب دہلوی ، قربانی اور منکر حدیث ، مکتبہ رازی کراچی

پس لفظ

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب ہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے اور اس مقصد کے حصول کا ذریعہ اس کی عبادت ہے اور عبادت اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا نام ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ احکامات خداوندی کی تعمیل اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان خواہشات نفس کے اس داخلی حیوان کا شریعت کی قربان گاہ پر اطاعت خداوندی کی چھری سے اس طرح گلا کاٹ دے جیسے وہ اس ظاہری حیوان کی گردن پر آہنی چھری چلا کر اس کو ذبح کر دیتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے بغیر کوئی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، سیاست، ملازمت، تجارت، زراعت، اور عبادت غرضیکہ مادی اور روحانی کسی بھی مقصد میں انسان اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کرسکتا جب تک اس کیلئے آرام، دولت، وقت اور خواہشات وغیرہ کی قربانی پیش نہیں کر دیتا۔ دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں خلوص "للّٰہیت" ایثار اور قربانی کے جذبات سے سرشار اور مالا مال فرمائے آمین۔

حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی بن محمد علی
ناظم تعلیمات و مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور
موبائل نمبر: 0300-4597263
چک نمبر 73/4R ہارون آباد
فون نمبر 51876 ضلع بہاولنگر